﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	علمی مقالات
تصنیف	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	محمد فاروق قادری
کمپوزنگ	اسلامک کمپوزنگ سنٹر
ناشر	کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور
جلد سوم صفحات	432
اشاعت اول	اپریل 2011ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ عسکری پارک کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلوم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ۱، میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048

مقالات کے نام

۱۔ نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد لینا
(اہل سنت کا موقف نہ کہ اہل بدعت کا) ۵ تا ۴۸

۲۔ رفعتِ ذکر مصطفیٰ ﷺ ۴۹ تا ۶۸

۳۔ درود و سلام کی فضیلت ۶۹ تا ۱۰۴

۴۔ تحفۂ درود و سلام ۱۰۵ تا ۱۴۶

۵۔ حدیث توسل آدم علیہ السلام
ہرگز موضوع نہیں ۱۴۷ تا ۱۸۲

۶۔ ارض خدا ملکیت مصطفےٰ ﷺ	۱۸۳ تا ۲۱۸
۷۔ مسئلہ ترک (کیا رسول اللہ ﷺ کا کسی عمل کو ترک کرنا حرام ہونے کی دلیل ہے)	۲۱۹ تا ۲۶۸
۸۔ آثار رسول ﷺ کی عظمتیں	۲۶۹ تا ۲۸۶
۹۔ اسلام اور خدمت خلق	۲۸۷ تا ۳۱۰
۱۰۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کی حیات وخدمات	۳۱۵ تا ۳۳۴
۱۱۔ کیا سگ مدینہ کہلانا جائز ہے؟	۳۳۵ تا ۴۰۲
۱۲۔ المقالة المرضية فی الرد علی من ینکر الزیارة المحمدیة	۴۰۳ تا ۴۱۰

اہم نوٹ: تفصیلی فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ کیجیے!

مسئلہ ترک

:تصنیف:

امام عبداللہ محمد بن الصدیق الغماری

○

:ترجمہ:

مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور ۱۔ میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,5300353...03004407048

انتساب

مخدوم اہلسنت استاذ گرامی حضرت العلام مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ
ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس پاکستان کے نام

کہ جن کی استقامت اور شبانہ روز محنت شاقہ کے نتیجہ میں ملک کی عظیم مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ کی بہاریں قائم ہیں اور ہزاروں نونہالان قوم زیور علم سے آراستہ ہوئے۔

دعاگو

محمد خاں قادری

ضرورت مقالہ

کچھ لوگ بعض اعمال مثلاً جشن میلاد' عرس' مبارک راتوں میں اجتماع کا انعقاد وغیرہ کو حرام قرار دیتے ہوئے فقط یہ دلیل دیتے ہیں کہ انہیں حضور ﷺ نے نہیں کیا۔ لہٰذا یہ بدعت و حرام ہیں حالانکہ جب تک آپ ﷺ کے ترک کے ساتھ ساتھ اس پر کتاب و سنت میں نہی وارد نہ ہو اسے حرام قرار دینا سراسر زیادتی اور ظلم ہے اسی مسئلہ کی وضاحت کے لئے اس علمی و تحقیقی مقالہ کا ترجمہ مع عربی متن شائع کیا جا رہا ہے۔

عالم اسلام کے عظیم محدث و مفکر

امام ابوالفضل عبداللہ محمد بن الصدیق الغماری الحسنی المتوفی ۱۴۱۳ھ

زیر نظر کتاب کے مصنف امام ابوالفضل عبداللہ بن محمد الصدیق الغماری الحسنی ہیں۔ آپ عالم اسلام کی ان اہل علم و فکر شخصیات میں سے ہیں جن کی خدمات کو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ انہوں نے اور ان کے عظیم خاندان نے گمراہ کن نظریات و عقائد اور اعمال کے خلاف جو علمی' فکری اور تحقیقی محاذوں پر کام کیا ہے اس دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جس طرح برصغیر میں امام اہل محبت مولانا احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز اور ان کے رفقاء نے ہر طرح کی گمراہ کن تحریکوں کا سینہ تان کر مقابلہ کیا۔ اسی طرح عالم عرب میں شیخ عبداللہ محمد بن الصدیق الغماری اور ان کے خاندان نے نظریات اسلام کی سرحدوں کی خوب حفاظت کی۔ ایک ایک اختلافی مسئلہ پر کتاب و سنت کی روشنی میں مستقل ایسی کتب تحریر کیں جن میں ناقابل تردید دلائل کے انبار لگا دیئے۔ اپنے تو اپنے مخالف بھی دم بخود رہ گئے۔ کسی مخالف کو ان کی تحریرات کا جواب دینے کی جرات نہ ہو سکی۔

ان کی بعض اہم تصانیف کے نام یہ ہیں:

۱۔ اتقان الصنعة فی تحقیق معنی البدعة (بدعت کے بارے میں تحقیق)

۲۔ الرد المحکم المتین علی کتاب القول المبین (عقائد صحیحہ کا اثبات)

۳۔ جواہر البیان فی تناسب سور القرآن (قرآنی سورتوں کا درمیانی ربط)

۴- النفخة الالهية فی الصلاة علی خیر البریة (درود و سلام)

۵- الاحادیث المنتقاة فی فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فضائل و شمائل حضور)

۶- توضیح البیان لوصول ثواب القرآن (ایصال ثواب)

۷- حسن التفہم الدرک لمسالة الترک (مسئلہ ترک)

۸- نہایة الامال فی صحة و شرح حدیث عرض الاعمال

۹- غایة التحریر فی صحت حدیث توسل الضریر

۱۰- النفخة الذکیة فی بیان ان الهجر بدعة شرکیة (مسلمانوں سے تعلق ختم کرنا بدعت ہے)

۱۱- القول المقنع

۱۲- الاربعین الغماریہ فی شکر النعم (نعمتوں پر شکریہ کے بارے میں چالیس احادیث)

۱۳- حسن البیان فی لیلة النصف من شعبان (شب برات کی فضیلت)

۱۴- مصباح الزجاجة فی فوائد صلاة الحاجة (نماز حاجت کے فضائل و فوائد)

۱۵- الاستقصاء لادلة تحریم الاستمناء (حرمت مشت زنی)

۱۶- الصبح السافر فی تحقیق صلوة المسافر (نماز مسافر کے بارے میں تحقیق)

۱۷- اتحاف النبلا بفضل الشہادة وانواع الشہداء (شہید اور شہادت کے اقسام)

۱۸- غایة الاحسان فی فضل زکوة الفطر و فضل رمضان (روزہ و رمضان اور صدقۃ الفطر کے فضائل)

۱۹- کمال الایمان فی التداوی بالقرآن (علاج بالقرآن)

۲۰- قرة العین بادلة ارسال النبی الی الثقلین (حضور جن و انس کے رسول ہیں)

تنویر البصیرة ببیان علامات الکبیرہ (کبیرہ گناہ کی علامات)

حاشیہ علی المقاصد الحسنة للسخاوی

ایسے ایسے نئے موضوعات پر لکھا جن پر پہلے مواد بہت کم ملتا تھا' مثلاً بندو کے نظریہ کے مطابق مسئلہ ترک پر مستقل مقالہ سب سے پہلے آپ ہی نے لکھا ہے۔ اس کا نام "حسن التفہم والدرک لمسالة الترک" ہے۔ اس میں ان لوگوں کی تردید کی ہے جو کسی کام کے حرام ہونے پر فقط یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ آپ نے اس مقالہ میں واضح کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کو ترک فرمانے کی مختلف حکمتیں ہو سکتی ہیں مثلاً آپ نے اس عمل کو اس لیے ترک فرمایا ہو۔

یکون ترکہ مخافة ان یفرض علی امة کترکہ صلوة التراویح حین اجتمع الصحابة یصلوها معہ (حسن التفہم ۵)	کہ کہیں یہ میری امت پر فرض ہی نہ ہو جائے مثلاً صحابہ کے نماز تراویح باجماعت کے لیے اکٹھا ہونے کے باوجود آپ نے جماعت نہ کروائی۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے اپنی کتاب "ازہار الانوار" میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے اس سے ایک اقتباس آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اور اس نماز کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا محض بہتان و افترا، ہرگز ہرگز قرآن وحدیث میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوے میں پیش کر سکا، ہر جگہ صرف زبانی ادعا سے کام لیا مگر یہ وہابیت قبیحہ وسفاہت فضیحہ ہے جس میں فرقہ جدیدہ وطائفہ حادثہ قدیم سے مبتلا یعنی قرآن وحدیث میں جس کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اس کی ممانعت بھی قرآن وحدیث میں نہ ہو، ان ذی ہوشوں کے نزدیک ممانعت میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شے کا نام ہے! ترمذی و ابن ماجہ وحاکم سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فهو مما عفا عنہ۔	حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ عفو ہے

یعنی اس میں کچھ مواخذہ نہیں، اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جل ذکرہ،

یا ایها الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنها حین ینزل	اے ایمان والو! وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمہیں بُری لگیں اور اگر قرآن اترتے وقت

غفور رحیم ۝

پوچھنے کو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی ... سے معافی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ ... مہربان ہے۔

بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ اُن کا حکم دیتے تو فرض ہو جاتیں اور بہت ایسی کہ منع کرتے تو حرام ہو جاتیں جو انہیں چھوڑتا یا کرتا گناہ میں پڑتا، اُس مالک مہربان نے اپنے احکام میں اُن کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھول کر نہیں تو بھول اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں پر مہربانی کے لئے کہ مشقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرمایا کبھی اُن کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھو گے حکم مناسب دیا جائے گا اور تمہیں کو دقت ہو گی۔ اس آیت سے صاف ظاہر کہ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں۔ دارقطنی ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ فرض فرائض فلا تضیعوھا، وحرم حرمات فلا تنتھکوھا، وحد حدودا فلا تعتدوھا، وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنہا۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کیں انہیں ہاتھ سے نہ دو اور کچھ حرام فرمائیں اُن کی حرمت نہ توڑو اور کچھ حدیں باندھیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں سے بے بھولے سکوت فرمایا اُن میں کاوش نہ کرو۔

احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذرونی ما ترکتکم فانما ھلک من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم واختلافھم علی انبیائھم فاذا نھیتکم عن شیء فاجتنبوہ واذا امرتکم بامر فأتوا منہ ما استطعتم۔

یعنی جس بات میں میں نے تم پر تضییق نہ کی مجھ سے تفتیش نہ کرو کہ اگلی اُمتیں اسی بلا سے ہلاک ہوئیں میں جس بات کو منع کروں اس سے بچو اور جس کا حکم دوں اسے بقدر قدرت بجا لاؤ۔

احمد، بخاری، مسلم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شیء لم یحرم علی الناس فحرم من اجل مسألتہ۔

بیشک مسلمانوں کے بارے میں اُن کا بڑا گنہگار وہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اس کے سوال کے بعد حرام کر دی گئی۔

یہ احادیث باعلیٰ ندا منادی کہ قرآن و حدیث میں جن باتوں کا ذکر نہیں نہ اُن کی اجازت ثابت نہ ممانعت وہ اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب و سنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممنوع و نادرست ٹھہرے تو اس سوال کرنے کی کیا خطا اس کے بغیر پوچھے بھی وہ چیز ناجائز ہی رہتی۔ بالجملہ یہ قاعدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن و حدیث جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح اور اس کو حرام و گناہ و نادرست و ممنوع کہنا شریعت مطہرہ پر افترا۔

قال ربنا تبارک وتعالیٰ لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۝

ہمارے رب تعالیٰ نے فرمایا، اپنی زبانوں کا من گھڑت جھوٹ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرتے ہو بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا کریں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

تو اسی طرح اس نماز کو طریقۂ خلفائے راشدین و صحابۂ کرام کے خلاف کہنا بھی اسی سفاہت قدیمہ پر مبنی کہ فعل اُن سے منقول نہ ہونا ان کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ عدم ثبوت فعل و ثبوت عدم جواز میں زمین و آسمان کا فرق ہے، امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع۔

کرنا تو جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں۔

رافضیوں نے اس طائفہ جدیدہ کی طرح ایک استدلال کیا تھا اس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:

کردن چیزے دیگر ست و منع فرمودن چیزے دیگر است ملخصاً۔

ذکر کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز ہے ملخصاً (ت)

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد بیان اس امر کے کہ ادائے مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا نہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے۔ فرماتے ہیں:

ثم الثابت بعد ھذا ھو نفی المندوبیۃ اما ثبوت الکراھۃ فلا الا ان یدل دلیل آخر۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام کے ذکر نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں۔ رہی کراہت وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔

۱۔ نہایۃ الامال کا ترجمہ "نگاہ نبوت اور مشاہدہ اعمال امت" کے نام سے عالمی دعوت اسلامیہ نے شائع کر دیا ہے۔

۲۔ غایۃ التحریر فی بیان صحت حدیث توسل الضریر کا ترجمہ بھی عنقریب شائع ہو جائے گا۔

۳۔ حسن التفہم کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

شیخ عیسیٰ عبداللہ بن مانع الحمیری سربراہ اوقاف دبئی اس رسالہ کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں۔

وقد استوفی المصنف بحثالہ یسبق الیہ ولم یغلب بفضل اللہ عنیہ وھو بحث الترک الذی

مصنف نے اتنی کامل بحث فرمائی ہے کہ اس سے پہلے نہیں ملتی اور اللہ کے فضل سے اس کا کوئی جواب نہیں اور یہ اس

کو بقلم بامر کو نہی
ترک پر ہے جس کے ساتھ کسی امر یا نہی
کا اتصال نہیں۔

مصنف کا وصال ۲۰ شعبان ۱۴۱۳ھ کو ہوا۔

یہ مقالہ محدث غماری نے اپنے عظیم شاگرد شیخ محمود سعید ممدوح مدظلہ کی گزارش پر لکھا۔ شیخ محمود سعید اس دور کے عظیم محدث اور فاضل ہیں۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر نہایت ہی علمی کام کیا ہے۔ ان کی چند تصانیف کا تعارف بھی ملاحظہ کر لیجیے۔

۱۔ رفع المنارہ لتخریج احادیث التوسل والزیارۃ

بار گاہ نبوی میں حاضری کے بارے میں جو احادیث ہیں ان کے متن و سند پر مخالفین نے اعتراضات وارد کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ قابل استدلال نہیں۔ شیخ ممدوح نے اس کتاب میں ان تمام اعتراضات کا مسکت جواب لکھ کر مخالفین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اس کے زیارت والے حصہ کا ترجمہ علامہ محمد عباس رضوی نے کر دیا ہے۔

۲۔ اس موضوع پر آپ نے ایک اور مقالہ تحریر فرمایا جس کا نام "الاعلام باستحباب شد الرحل الی زیارۃ خیر الانام" اس کا ترجمہ مولانا ممتاز احمد سدیدی نے کیا ہے عالمی دعوت اسلامیہ نے شائع کر دیا ہے۔

۳۔ تمام امت مسلمہ تسبیحات و وظائف شمار کرنے کے لیے ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں' کچھ لوگوں نے اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ جڑ دیا۔ شیخ ممدوح نے اس مسئلہ پر مکمل کتاب تصنیف کی جس کا نام "وصول التہانی" ہے۔

۴۔ کچھ لوگوں نے حدیث نماز تسبیح کے بارے میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی کہ یہ ثابت ہی نہیں۔ شیخ نے امام ابن ناصر الدین دمشقی کی کتاب "الترجیح لحدیث صلاۃ التسبیح" شائع کی اور اس پر نہایت ہی علمی حاشیہ تحریر کیا۔

۵۔ شیخ ناصر الدین البانی نے حدیث پر جو کام کیا اس میں جابجا تضادات کی نشاندہی مختلف اہل علم نے کی ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی شیخ غماری کے ایک عظیم شاگرد شیخ حسن بن علی السقاف کا کام "تناقضات الالبانی الواضحات فیما وقع له فی تصحیح الاحادیث و تضعیفها من اخطا و غلطات" قابل ذکر ہے وہاں شیخ محمود سعید ممدوح کا کام بصورت "تنبیه المسلم الی تعدی الالبانی علی

صحیح مسلم" نہایت ہی قابل داد و تحسین ہے۔

مقدمہ میں اس کتاب کی غرض و غایت یوں تحریر کرتے ہیں:

فقد وقفت علی کلام الشیخ الالبانی ضعف فیه جملة من الاحادیث التی فی (صحیح مسلم) فتکلم علیها بما یوکد خطاه ویثبت خروجه علی ماقرره العلماء من صحتها وتلقیها القبول المفید للعلم وکلامه یدعو الی التشکیک فی صحیح الامام مسلم و فیه من الاغراب والمخالفة والتعقیب علی المتقد مین مایوم المفترین به انه استدرک علی الائمة المتقدمین کالبخاری ومسلم فضلاً من المتاخرین — وقد رایت ان السکوت علی هذا التعدی غیر مقبول ویلحق العارف به الاثم لذلک کتبت هذا (التنبیه) ادفع به بعون الله تعالیٰ کل تعدیه علی صحیح مسلم و قد سمیته تنبیه المسلم الی تعدی الالبانی علی صحیح مسلم۔ (تنبیه المسلم، ۷)

میں شیخ البانی کے ایسے کلام پر آگاہ ہوا جس میں انہوں نے صحیح مسلم کی متعدد احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے ایسی گفتگو کی جس سے امام مسلم کا خاطی ہونا اور ان اصولوں سے نکلنا لازم آتا ہے جو علماء کے ہاں مسلم اور مقبول ہیں۔ ان کا کلام صحیح امام کے بارے میں تشکیک کی دعوت دیتا ہے اور اس میں ایسی مخالفت' اغراب اور متقدمین پر تعقیب ہے جو دھوکہ دینے والوں کو موقعہ فراہم کر رہی ہے کہ انہوں نے بخاری و مسلم جیسے متقدمین کی کمی کا ازالہ کیا ہے۔ متاخرین تو کسی کھاتے میں نہیں —— تو میں نے محسوس کیا کہ اس زیادتی پر خاموش رہنا جائز نہیں۔ اس سے آگاہ ہونے کے باوجود رد نہ کرنا گناہ کا ذریعہ ہے لہذا میں نے اللہ کی توفیق سے البانی کی زیادتیوں پر لکھا ہے اور اس کا نام "تنبیه المسلم علی تعدی الالبانی علی صحیح مسلم" رکھا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے اس بات کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے کہ شیخ موصوف کی علم حدیث اور اصول حدیث پر کتنی نظر ہے؟

ان علمی چیزوں کو خود پڑھیے دوسروں تک پہنچائیے اور ان کی اشاعت میں تعاون فرمائیے تاکہ عقائد و اعمال صحیحہ کی آبیاری ہو سکے۔

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تمام حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں سیدھے راستہ کی رہنمائی فرمائی' ہمیں معرفت حجت و دلیل کی توفیق دی' صلوٰۃ و سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمدؐ پر' آپ کی مبارک آل پر' اللہ تعالیٰ آپ کے صحابہ و تابعین سے راضی ہو۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد۔

ایک فاضل شاگرد محمود سعید نے مجھے کہا کہ آپ مسئلہ ترک پر رسالہ تحریر فرما دیں جو قارئین کو پریشانی اور تشکیک سے نجات عطا کر دے۔ آپ نے اپنی کتاب اتقان الصنعہ میں اس پر لکھا ہے مگر وہ نہایت مختصر ہے' بندہ نے ان کے شوق کو سراہتے ہوئے ان کی رائے کو قبول کر لیا' مذکور مسئلہ پر یہ رسالہ تحریر کیا ہے تاکہ اس کا ہر قاری کسی بھی مسئلہ پر استدلال کے معاملہ میں ذہن کو واضح رکھ سکے اور اسے دلیل مقبول اور غیر مقبول کی پہچان ہو جائے۔

واللہ الموفق والہادی وعلیہ اعتمادی

مقدمہ

وہ دلائل جن سے تمام آئمہ اسلام استدلال کرتے ہیں درج ذیل ہیں۔
۱۔ کتاب اللہ ۲۔ سنت رسول
ان دونوں کے بارے میں ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔
۳۔ اجماع ۴۔ قیاس۔
جمہور علما ان کو بھی دلیل تسلیم کرتے ہیں۔
علم اصول میں بیان کردہ دلائل کی بنا پر یہی رائے راجح و مختار ہے۔
درج ذیل دلائل میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔

۱۔ حدیث مرسل ۲۔ صحابی کا قول ۳۔ سابقہ شریعت ۴۔ استصحاب ۵۔ [illegible] اہل مدینہ کا عمل، ان پر تفصیلی گفتگو کے لیے امام سبکی کی کتاب جمع الجوامع کے باب الاستدلال کا مطالعہ کیجیے۔

حکم شرعی کسے کہتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا وہ خطاب جس کا تعلق مکلف کے کسی فعل سے ہو، حکم شرعی کہلاتا ہے اس کی پانچ اقسام ہیں۔
۱۔ **فرض یا واجب**، یعنی جس کے بجالانے والے کو ثواب اور تارک کو عتاب ہو مثلاً نماز، زکوٰۃ، رمضان کا روزہ، والدین کی خدمت۔
۲۔ **حرام**، جس کے بجالانے پر عتاب اور تارک کو ثواب ہو مثلاً سود، زنا، والدین کی بے قدری، شراب۔

۳۔ **مندوب**، جس کے بجالانے والے کے لیے ثواب مگر تارک پر عتاب نہ ہو مثلاً نماز نفل۔
۴۔ **مکروہ**، جس کے تارک کو ثواب لیکن بجالانے کے لیے عتاب نہ ہو مثلاً نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نوافل۔
۵۔ **مباح یا حلال**، جس کے فعل و ترک دونوں پر عتاب و ثواب نہ ہو مثلاً تجارت، حلال اشیاء کھانا۔

یہ وہ اقسام ہیں جن پر فقہ اسلامی کا مدار ہے، کسی مسئلہ کو ثابت کرنے والے کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ان میں سے کسی بھی حکم کو کسی ایسی دلیل سے ثابت کرے جو سابقہ دلائل میں شامل نہیں خواہ وہ مجتہد صحابی ہو یا غیر صحابی۔

یہ بات اظہر من الشمس اور ضروریات دین میں سے ہے جس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

ترک کی تعریف

ترک سے مراد دو چیزیں ہیں۔
۱۔ حضور ﷺ نے وہ فعل و عمل نہیں فرمایا۔
۲۔ کسی صحابی اور تابعی نے نہیں کیا اور اس پر کوئی حدیث نبوی یا اثر صحابی بیان نہ کیا جو شی متروک کے حرام یا مکروہ ہونے پر دال ہو۔

متاخرین میں بہت سے لوگوں نے اشیاء کی حرمت و مذمت پر اسے دلیل بنا رکھا ہے، بعض ہٹ دھرم اور ضدی لوگوں نے اسے بے تحاشا استعمال کیا ہے مثلاً ابن تیمیہ نے متعدد جگہ پر اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے استدلال کیا ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس پر گفتگو آرہی ہے۔

ترک کی وجوہ

حضور علیہ السلام نے کسی شی کو ترک فرمایا تو ضروری نہیں کہ اس کے حرام ہی ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے اسے ترک فرمایا ہو، بلکہ اس کے ترک کی اور کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

۱۔ عادۃً" ترک فرمادیا ہو

مثلاً بخاری و مسلم میں حدیث ہے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھونی ہوئی گوہ پیش کی گئی' آپ نے تناول فرمانے کے لیے ابھی دست مبارک بڑھایا ہی تھا تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ یہ گوہ کا گوشت ہے۔ آپ نے اسے تناول نہ فرمایا پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ حرام ہے فرمایا۔

لاولکنہ لم یکن بارض قومی فاجدنی اعافہ

حرام تو نہیں ہے ہمارے علاقہ میں یہ پایا نہیں جاتی اس لیے میں اسے پسند نہیں کرتا۔

اس واقعہ سے دو باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔

۱۔ آپ کا کسی شی کو ترک فرمانا اگرچہ کرنے کی تیاری کے بعد ہو اس کے حرام ہونے پر دال نہیں ہوتا۔

۲۔ آپ کا طبعاً" کسی شی کو ناپسند فرمانا بھی اس کی حرمت کی دلیل نہیں ہوتا۔

۲۔ نسیاناً" ترک فرمایا ہو

مثلاً نماز میں سہو ہو گیا' چار کے بجائے دو پڑھائیں۔ آپ سے عرض کیا گیا تو فرمایا میں بھی انسان ہوں تمہاری طرح بھول جاتا ہو جب بھول جاؤں تو یاد دلایا کرو۔

۳۔ امت پر فرض ہونے کے خوف کے پیش نظر ترک فرمایا ہو

مثلاً نماز تراویح' صحابہ کرام کے اجتماع کے باوجود آپ نے جماعت نہ کروائی (کہیں میری امت پر فرض نہ ہو جائیں)

۴۔ آپ نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ہو

مثلاً آپ کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے' صحابہ کرام نے محسوس کیا آپ کے لیے منبر ہونا چاہیے۔ منبر کے بارے میں عرض کیا گیا آپ نے اسے پسند فرمایا کیونکہ یہ لوگوں تک آواز پہنچانے میں معاون ہے۔ اسی طرح آپ کی

ل نہ تھی مگر صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ کے لیے بلند جگہ ہونی چاہیے ونکہ باہر سے آنے والے وفود کو آپ کے بارے میں پوچھنا پڑتا ہے۔ عرض کیا گیا تو پ نے قبول فرمایا مگر خود اس کے لیے رائے نہ دی۔

۵۔ عمومی آیات یا احادیث کے حکم کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے ترک فرمایا ہو

مثلاً چاشت کی نماز اور دیگر بہت سے مندوبات جو باری تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے تحت آتے ہیں۔

وافعلو الخیر لعلکم تفلحون

خیر کے کام کرو تاکہ تم کامیابی پاؤ۔

۶۔ اس لیے ترک فرمایا ہو کہ کہیں نو مسلم لوگوں کو غلط فہمی پیدا نہ ہو

مثلاً بخاری و مسلم میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے فرمایا۔

لولا حداثة قومک بالکفر لنقضت ... البیت ثم لبینته علی اساس ابراھیم علیہ السلام فان قریشا استقصرت بناءہ

اگر نئے نئے لوگ مسلمان نہ ہوئے ہوتے تو میں کعبہ ڈھا دیتا اور اسے انہی بنیادوں پر تعمیر کرتا جن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا کیونکہ قریش نے اس کی تعمیر میں کمی کی ہے۔

تو یہاں خانہ کعبہ کی تعمیر نو کو محض آپ نے اس لیے ترک فرمایا تاکہ لوگوں میں غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

الغرض آپ نے اگر کسی شی کو ترک فرمایا تو اس کی متعدد حکمتیں ہوں گی' کسی حدیث یا قول صحابی میں یہ نہیں ہے کہ جس شی کو آپ نے ترک فرمایا وہ حرام ہوگی۔

ترک' حرام ہونے پر دلیل نہیں ہوتا

ہم نے اپنی کتاب "الرد المحکم المتین" میں واضح کیا ہے کہ شی کا ترک اس کی حرمت پر دال نہیں ہوا کرتا وہ تمام گفتگو درج ذیل ہے۔

اگر ترک کے علاوہ اس عمل کے ممنوع ہونے پر کوئی نص نہ ہو تو فقط ترک

اس کی ممنوعیت پر حجت نہیں ہوتا بلکہ یہ زیادہ سے زیادہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ اس عمل کا ترک جائز ہے رہا یہ معاملہ کہ وہ فعل ممنوع ہے تو یہ محض ترک سے ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے کسی اور دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

امام ابو سعید بن لب اور ضابطہ

امام ابو سعید بن لب نے یہ ضابطہ بھی ذکر کیا ہے' انہوں نے نماز کے بعد دعا مکروہ ٹھہرانے والوں کا رد کرتے ہوئے کہا۔

نماز کے بعد منکرین دعا نے جو دلیل دی ہے اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اس طریقہ کا التزام' سلف سے ثابت نہیں' اگر صحت نقل کو تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو

فالترک لیس بموجب لحکم فی ذلک المتروک الا لجواز الترک انتفاء الحرج فیہ واما تحریم او لصوق کراھیۃ بالمتروک فلا' ولاسیما فیما لہ اصل جملی متقرر من الشرع کالدعا

ترک' متروک کے لیے کسی حکم کو واجب نہیں کرتا ہاں اس سے اس فعل کے ترک کا جواز اور بجا لانے کی پابندی کی نفی ہوتی ہے۔ رہا اس متروک کا حرام یا مکروہ ہونا تو ترک سے یہ ثابت نہیں ہوتا خصوصاً اس عمل میں جس کی شریعت میں اجمالاً اصل موجود ہو مثلاً دعا

شیخ ابن حزم کی تائید

شیخ ابن حزم نے المحلی میں مالکی اور حنفی علماء کا نماز مغرب سے پہلے دو نوافل کی کراہت پر امام نسفی کا یہ قول بطور استدلال ذکر کیا۔

ان ابابکر و عمر و عثمان کانوا لایصلونھا

حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مغرب سے پہلے یہ نفل نہیں پڑھتے تھے۔

پھر اس استدلال کا ان الفاظ کے ساتھ رد کیا۔

لو صح لما کانت فیہ حجۃ لانہ لیس فیہ انھم رضی اللہ عنہم نھوا عنھا

اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں یہ کہاں ہے کہ انہوں نے اس نماز سے منع کیا ہے۔

ایک اور ان کی دلیل نقل کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

ما رایت احدا" یصلیھا

میں نے کسی کو یہ رکعتیں ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اس کا رد یوں کیا۔

وایضا" فلیس فی ھذا لو صح نھی عنھما ونحن لاننکر ترک التطوع مالم ینہ عنہ

(المحلی ۲: ۲۵۴)

اگرچہ روایت صحیح بھی ہو تو اس میں ان رکعات سے منع کرنا کہاں ہے اور ہم ترک نوافل کا انکار نہیں کریں گے جب تک اس سے منع ثابت نہ ہو۔

المحلی کے دوسرے مقام پر نماز عصر کے بعد نوافل پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ حدیث علی تو قطعاً حجت نہیں۔

لانہ لیس فیہ لا اخبارہ بما علم من انہ لم یر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاھما ولیس فی ھذا نھی عنھما ولا کراھۃ لھا فما صام علیہ السلام قط شھرا کاملا غیر رمضان ولیس ھذا بموجب کراھیۃ صوم شھر کامل تطوعا

(المحلی: ۲، ۲۷۱)

اس میں تو صرف اتنی بات ہے کہ انہوں نے یہ بیان کر دیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' اس میں نہ تو ان سے منع ہے اور نہ ہی کراہت ہے (آپ ذرا غور کریں) آپ نے رمضان کے علاوہ پورا مہینہ کبھی روزہ نہیں رکھا مگر یہ چیز نفلاً" پورا مہینہ روزہ رکھنے کی کراہت کو مستلزم تو نہیں ہے۔

یہ عبارات صراحۃ" دال ہیں کہ محض ترک کسی شی کی کراہت کو مستلزم نہیں چہ جائیکہ اس سے کسی شی کا حرام ہونا ثابت ہو۔ کچھ ہٹ دھرم لوگ اس ضابطہ کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اصول فقہ کا ضابطہ ہی نہیں حالانکہ ان کا یہ قول ان

کی جہالت اور عقل بیمار پر دال ہے۔

اس کے ضابطہ ہونے پر دلائل

آیئے ہم اس پر دلائل ذکر کیے دیتے ہیں۔

۱۔ کسی فعل کے حرام ہونے پر تین اشیاء میں سے کسی کا ہونا ضروری ہو[illegible]

۱۔ اس پر نہی وارد ہو۔

لاتقربوا الزنا
زنا کے قریب نہ جاؤ

ولاتا کلوا اموالکم بینکم بالباطل
تم ایک دوسرے کا مال ناجائز طر[illegible] نہ کھاؤ

۲۔ اس عمل کے بارے میں لفظ تحریم و حرام وارد ہو۔ مثلاً

حرمت علیکم المیتۃ
تم پر مردار حرام کیا گیا ہے

۳۔ اس فعل کی مذمت یا اس پر عقاب کی وعید ہو۔ مثلاً

من غش فلیس منا
جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں

ترک ان تینوں میں سے ایک بھی نہیں لہٰذا اس سے حرمت کا ثبوت ہرگز نہیں ہو گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا
اور جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے [illegible] اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔

اس میں یہ تو نہیں فرمایا۔

وماترکہ فانتھوا عنہ
جسے آپ نے ترک فرمایا اس سے رک جاؤ۔

تو ترک ہرگز مفید تحریم نہیں۔

۳۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما امرتکم بہ فاتوا منہ مااستطعتم وما نھیتکم عنہ
جس کا میں تمہیں حکم دوں اسے اپنی طاقت کے مطابق بجا لاؤ اور جس سے

فاجتنبوہ
میں منع کروں اس سے بچو۔

آپ نے یہ تو نہیں فرمایا۔

وماترکتہ فاجتنبوہ
جسے میں ترک کروں اس سے بچو

تو اب ترک کسی کی حرمت پہ کیسے دال ہو سکتا ہے؟

۴۔ علماء اصول نے سنت کی تعریف یوں کی ہے۔

ھی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفعلہ و تقریرہ
حضور ﷺ کا ارشاد گرامی، فعل اور آپ کا کسی عمل کی تائید کرنا

انہوں نے "ترکہ" (آپ نے نہ کیا ہو) نہیں کہا کیونکہ ترک دلیل ہی نہیں بنتا۔

۵۔ پہلے گزر چکا ہے کہ حکم خطاب اللہ کا نام ہے' اور علماء اصول نے واضح کر دیا ہے کہ اس پر دال قرآن' سنت' اجماع یا قیاس ہو سکتا ہے' ترک ان میں سے کوئی بھی نہیں لہٰذا وہ دلیل نہیں بن سکتا۔

۶۔ یہ بھی پیچھے بیان ہو چکا کہ ترک میں تحریم کے علاوہ متعدد احتمال ہیں اور اصولی قاعدہ یہ ہے کہ جس دلیل میں احتمال ہو اس سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔

بلکہ پیچھے یہ بھی گزرا کہ اگر کسی شی کو حضور ﷺ نے ترک فرمایا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ وہ فعل حرام ہے اور یہ بات تنہا' ترک سے استدلال کے بطلان پر کافی ہے۔

۷۔ ترک اصل ہے کیونکہ یہ عدم فعل کا نام ہے اور عدم اصل ہوتا ہے اور فعل عارضی ہے اصل نہیں اور اصل کسی شی پر لغۃ اور شرعاً دلالت ہی نہیں کرتا (کہ وہ جائز ہے یا ناجائز) لہٰذا ترک ہرگز کسی عمل کی حرمت کا تقاضا نہیں کر سکتا۔

غیر پسندیدہ اقوال

شیخ ابن سمعانی کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے کی شی کو ترک فرمایا تو اس کی اتباع ہم پر لازم ہے اس پر دلیل یہ دی کہ جب آپؐ نے گوہ سے دست مبارک کھینچ لیا تو صحابہ بھی کھانے سے رک گئے اور آپ سے پوچھ کر کھایا۔

جواب: ہم کہتے ہیں آپؐ کا جواباً" فرمانا کہ یہ حرام نہیں' دلالت کر رہا ہے کہ

ترک حرمت کا تقاضا نہیں کرتا' حدیث میں ابن سمعانی کے لیے نہیں بلکہ ان کے خلاف دلیل ہے۔

پہلے یہ بھی تفصیلاً" گزر چکا ہے کہ ترک میں متعدد احتمال ہوتے ہیں تو آپ' کی کسی ایسے معاملہ میں متابعت کیسے لازم قرار دی جاسکتی ہے جس میں عادت' سہو وغیرہ کا احتمال ہو۔

ابن تیمیہ کی گفتگو

ابن تیمیہ سے سوال ہوا' جو شخص زیارت قبور کرتا ہے اور صاحب قبر کو وسیلہ وغیرہ بناتا ہے ان سے تکلیف رفع کے لیے دعا کرواتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

اس کا انہوں نے بڑا تفصیلی جواب دیا جس میں لکھا۔

"ایسا عمل صحابہ و تابعین میں سے کسی نے نہیں کیا' نہ آئمہ میں سے کسی نے ایسا کرنے کا حکم دیا یعنی انہوں نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ سے دعا کے بارے میں عرض نہیں کیا جیساکہ وہ آپ کی ظاہری حیات میں عرض کیا کرتے تھے۔

تحقیقی رد

یہ گفتگو متعدد وجوہ کی بناپر دلیل نہیں بن سکتی۔

۱۔ صحابہ کا یہ فعل امر اتفاقی ہو اس میں یہاں یہ احتمال ہے کہ یہ عمل ناجائز ہے وہاں اس میں یہ بھی تو احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ عمل جائز تھا مگر انہوں نے افضل کو اختیار کر لیا وغیرہ۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ جب احتمال آگیا تو استدلال باطل ہو گیا۔

ہم یہاں یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ صحابہ نے عدم جواز کی وجہ سے یہ عمل ترک نہیں کیا۔

ہماری بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے۔

صحابی رسول حضرت بلال بن حارث المزنی قحط کے سال حضور ﷺ کے مزار مبارک کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کرتے ہیں۔

يا رسول الله استسق لامتك	اے اللہ کے رسول اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمایئے۔

آپ' ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا۔

اذهب الى عمر واخبره انكم مسقون وقل له عليك الكيس الكيس	عمر کے پاس جاؤ اطلاع کرو بارش ہو جائے گی اور ان سے کہو خوب محنت اور دانائی سے کام لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی تو آپ رو پڑے اور عرض کیا۔

اللهم ما الو الاما عجزت عنه	اے اللہ ہر وہ کام جو مجھ سے بھاری ہے اس کے علاوہ میں سستی نہیں کرتا۔

حضرت عمرؓ ان کے اس عمل پر ناراض نہ ہوئے اور نہ منع فرمایا اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو آپ انہیں ضرور منع فرماتے۔

یہ حدیث صحیح ہمارے موقف کے خلاف نہیں

امام بخاری نے صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تو صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوا لیں۔ آپ نے فرمایا میں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی۔ میں اسے نہیں پہنوں گا اور آپ نے اسے پھینک دیا' صحابہ نے بھی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

(البخاری' باب الاقتدا بافعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حافظ ابن حجر نے اس کے تحت فرمایا۔

امام بخاری نے یہاں ایک ہی مثال پر اکتفا کیا ہے کیونکہ یہ صحابہ کی اقتدا فعل اور ترک دونوں پر مشتمل ہے۔

جواب: پھینکنے کو مجازاً" ترک کہہ دیا ہے ورنہ پھینکنا فعل ہے اور صحابہ نے فعل ہی کی اقتدا کی ترک تو اسے عارض ہوا ہے' اس طرح آپ نے جب نعلین اتارے تو صحابہ نے اقتدا میں نعلین اتار دیے تو انہوں نے ایسے فعل میں اقتدا کی جس کا نتیجہ ترک ہے اور یہ محل بحث ہی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے کب آپ ؐ کے افعال کی اقتدا کا انکار کیا ہے؟ ہم تو انہی میں فوز و سعادت مانتے ہیں لیکن زیر بحث تو وہ معاملات ہیں جو آپ ﷺ سے صادر ہی نہیں ہوئے مثلاً مروجہ محفل میلاد' محفل شب معراج وغیرہ ہم انہیں حرام نہیں کہہ سکتے ورنہ یہ تو اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت لازم آئے گی کیونکہ ترک سے تحریم ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح اسلاف کا کسی عمل کو ترک کرنا یعنی اسے بجا نہ لانا اس کے ممنوع ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

امام شافعی فرماتے ہیں۔

کل مالہ مستند من الشرع فلیس ببدعۃ ولو لم یعمل بہ السلف

ہر وہ عمل و فعل جس کی سند شرع سے ہو وہ بدعت نہیں ہوا کرتا اگرچہ اس پر کسی سلف نے عمل نہ کیا ہو

کیونکہ ان کا اس وقت بجا نہ لانا کسی عذر کی وجہ سے ہو سکتا ہے یا وہ اس سے افضل پر عمل پیرا ہوں

ترک کا تقاضا کیا ہے؟

ہم نے سابقاً بیان کیا کہ ترک' حرمت کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ وہ تو متروک کے جواز و مشروعیت پر دلالت کرتا ہے' علما حدیث نے ترک کا یہ مفہوم اپنی کتب میں لیا ہے مثلاً۔

امام ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

کان اخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مما غیرت النار

آپ ﷺ کا آخری معمول یہ تھا کہ آگ کی مس کردہ چیز کے استعمال کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔

واضح رہے انہوں نے یہ قول اس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔

ترک الوضوء مما مست النار

(جس شی کو آگ نے چھوا اس کے استعمال کے بعد وضو نہ کرنا)

اس مسئلہ پر مذکورہ قول سے استدلال نہایت ہی واضح ہے اگر آگ کی مس کردہ چیز سے وضو لازم ہوتا تو آپ اسے ترک نہ فرماتے۔ جب آپ نے ترک فرما دیا تو واضح ہو گیا کہ وہ لازم نہ تھا۔

امام ابو عبداللہ تلمسانی نے "مفتاح الوصول" میں فرمایا۔

دلالت میں فعل کے ساتھ ترک بھی شامل ہے کیونکہ جس طرح عدم تحریم پر آپ ؐ کے فعل سے استدلال کیا جاتا ہے اسی طرح ترک سے عدم وجوب پر استدلال کیا جاسکتا ہے اس کی مثال وہ استدلال ہے جو ہمارے علماء نے آگ کی مس کردہ چیز سے وضو کے عدم وجوب پر کیا ہے۔

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کی دستی کا گوشت تناول فرمایا پھر نماز ادا فرمائی مگر وضو نہ کیا۔

اسی طرح ہمارے علماء کا یہ استدلال پچھنے لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا' آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے پچھنے لگوائے مگر وضو نہ فرمایا۔

(مفتاح الوصول' ۹۳ مطبوعہ مکتبہ خانجی)

اس سے یہ ضابطہ از خود سامنے آجاتا ہے۔

جائز الترک لیس بواجب

جس کا ترک جائز ہو وہ واجب نہیں ہوا کرتا

اشتباہ کا ازالہ

حضور ﷺ نے جس چیز کو ترک فرمایا اس کی علماء نے دو اقسام بیان کی ہیں۔

۱۔ اس فعل کی ضرورت آپ کی ظاہری حیات پیش نہ آئی تھی۔ آپ کے وصال کے بعد اس کی ضرورت پیش آئی یہ جائز ہے۔

۲۔ دوسرا وہ فعل جس کی ضرورت پیش آئی مگر ظاہری حیات میں نہ کیا۔

ترک کی اس قسم کو ممنوع قرار دیا جائے گا کیونکہ اگر اس کے بجا لانے میں مصلحت ہوتی تو آپ بجالاتے جب آپ نے نہیں کیا تو وہ ناجائز ہوگا۔

عیدین کے لیے اذان کا بدعت ہونا مسلمہ ہے مگر

اس کی مثال ابن تیمیہ نے نماز عیدین کے لیے اذان کی دی ہے جسے بعد کے حکمرانوں نے ایجاد کیا اس پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا' اذان جیسے افعال جنہیں حضور ﷺ نے ترک فرمایا باوجود ان کی ضرورت بھی تھی۔

کوئی بھی مبتدع اس سے استدلال کر سکتا ہے کہ اللہ کا ذکر ہے' لوگوں کو عبادت الٰہی کی طرف بلانا ہے اور اسے اذان جمعہ پر قیاس کرے تو جب آپؐ نے جمعہ کی اذان کا حکم دیا اور عیدین کی نماز بلا اذان و تکبیر ادا فرمائی تو آپ کا ترک فرمانا اس پر شاہد ٹھہرا کہ ترک اذان سنت ہے تو اب کسی کو اجازت نہیں وہ عیدین کے لیے اذان کا اضافہ کرے۔ الخ

دو مسائل میں التباس

واضح رہے امام شاطبی' ابن حجر ہیثمی وغیرہ نے بھی یہ بات کی ہے حالانکہ ان پر "مسئلہ ترک اور مسئلہ مقام بیان میں سکوت" میں التباس ہو گیا ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ عیدین کے لیے اذان بدعت و ناجائز ہے مگر اس وجہ یہ نہیں کہ آپؐ نے اسے ترک فرمایا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ نے عیدین میں جو کرنا تھا وہ بیان فرمایا مگر اذان کا ذکر نہ فرمایا تو آپ کا سکوت فرمانا اس پر دال ہے کہ یہ ناجائز ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے

ان السکوت فی مقام البیان یفید الحصر

بوقت بیان' خاموشی حصر کا فائدہ دیتی ہے

مذکورہ قاعدہ کا احادیث سے ثبوت

جن احادیث میں بوقت بیان سوال سے منع کیا گیا ہے وہ اس قاعدہ کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔

۱۔ امام بزار نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ما احل اللہ فی کتابہ فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سکت عنه فهو عفو فاقبلوا من اللہ عافیته فان اللہ لم یکن ینسی شیا

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جسے حلال فرما دیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیا ہے وہ حرام ہے اور جس پر اس نے خاموشی اختیار فرمائی وہ معاف ہے پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت قبول کرنا سیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی بھول طاری نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وما کان ربک نسیا

اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں۔

امام موصوف اس روایت کی سند کے بارے میں کہتے ہیں۔

اسنادہ صالح و صححہ الحاکم

اس کی سند صحیح ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ امام دار قطنی نے حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حبیب خدا ﷺ نے فرمایا۔

ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوها وحد حدودا فلا تعتدوها و حرم اشیاء فلا تنتهکوا وسکت عن اشیاء رحمة بکم من غیر نسیان فلا تبحثوا عنها

اللہ تعالیٰ نے فرائض لازم قرار دیے ہیں' انہیں ضائع نہ کرو' حدود مقرر فرما دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ کچھ اشیاء حرام فرما دی ہیں ان کی بے حرمتی نہ کرو اور جن اشیاء سے وہ خاموش ہے وہ بھول نہ سمجھو بلکہ تم پر رب کی رحمت ہے لہذا ان کے بارے میں بحث ہی نہ کرو۔

ان دونوں احادیث مبارکہ میں قاعدہ مذکورہ کی نشاندہی کر دی گئی ہے کہ یہاں وہ ترک نہیں جو محل بحث ہے اور ایک مسئلہ کا دوسرے کے ساتھ التباس نہیں ہونا چاہیے۔

ہم نے دونوں کے درمیان فرق واضح کر دیا ہے تاکہ معاملہ اب کسی پر مشتبہ نہ رہے' یہ اہم فائدہ شاید آپ کو اس رسالہ کے علاوہ سے دستیاب نہ ہو۔

تتمہ کلام

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں ہمیں حضرت سلام بن ابی مطیع نے ابن ابی دخیلہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے بیان کیا' میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا تو آپ نے فرمایا۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ عن الزبیب والتمر
رسول اللہ ﷺ نے زبیب اور تمر سے منع فرمایا ہے

یعنی ان دونوں کو ملانے سے منع فرمایا' میرے پیچھے سے ایک آدمی نے اس بارے میں کچھ کہا تو میں نے کہا۔

حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ التمر والزبیب
رسول اللہ ﷺ نے تمر اور زبیب (کے ملانے کو) حرام قرار دیا ہے

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

کذبت
تو نے جھوٹ کہا۔

میں نے عرض کیا حضرت کیا یہ آپ نے خود نہیں فرمایا؟

نھی رسول اللہ صلی اللہ فھو حرام
رسول اللہ صلی اللہ نے منع فرمایا تو یہ حرام ہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

انت تشھد بذلک
کیا تو اس کا گواہ ہے؟

حضرت سلام کہتے ہیں آپ کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔

مانھی النبی صلی اللہ نھو ادب
یہ حضور ﷺ کا منع کرنا بطور کراہت تھا

ذرا غور تو کیجئے حضرت عبداللہ بن عمر (جو فقہاء صحابہ میں سے ہیں) اس شخص کی کس طرح تکذیب فرما رہے ہیں جس نے لفظ "نھی کی تفسیر" حرم سے کی' اگرچہ

نہی مفید تحریم ہوتی ہے لیکن ہر جگہ نہیں بلکہ یہ بعض اوقات مفید کراہت ہوتی ہے "فھو ادب" سے حضرت سلام کی مراد بھی کراہت ہی ہے۔

حضرت ابن عمر کے کلام کا معنی یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ کتاب و سنت کی واضح دلیل کے بغیر کسی شی کو حرام کہنے کی جرات کرے اور اس ضابطہ پر صحابہ' تابعین اور تمام ائمہ عمل پیرا ہوئے۔ امام ابراہیم نخعی نامی کہتے ہیں۔

کانوا یکرھون اشیاء لایحرمونھا.
اسلاف امت اشیاء کو مکروہ کہتے حرام نہیں کہتے تھے۔

اسی طرح امام مالک' امام شافعی اور امام احمد جب تک کسی شی کے حرام ہونے کا یقین نہ ہوتا اس پر حرام کا اطلاق نہ کرتے اگر شبہ ہوتا یا اختلاف وغیرہ تو صرف اتنا کہتے میں اسے پسند نہیں کرتا اس پر اضافہ نہ کرتے۔

امام شافعی فرماتے۔

اخشی ان یکون حراما
میں اسے حرام کہنے سے ڈرتا ہوں

وہ کسی عمل و فعل پر یقینی طور پر حرام کا حکم لگاتے ہوئے ڈرتے کہیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے تحت ہم بھی نہ آجائیں۔

ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب
اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔

ان کا کیا حال ہوگا جو بغیر (کتاب و سنت کی) کسی دلیل کے بہت سے اعمال کو حرام کہتے ہیں اور صرف اتنی بات کرتے ہیں انہیں رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا حالانکہ آپ پڑھ چکے اس سے عمل کا حرام یا مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا تو یہ لوگ آیت مذکورہ کے عموم میں شامل ہوں گے۔

ترک کی مثالیں

کچھ ایسے اعمال جنہیں رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔

۱- مروجہ محافل میلاد۔
۲- محفل شب معراج۔
۳- شب برات کے موقع پر شب بیداری
۴- جنازہ کے ساتھ ذکر
۵- گھر میں میت پر تلاوت قرآن
۶- قبر کے پاس تلاوت قرآن
۷- آٹھ رکعت سے زائد نماز تراویح۔

جو شخص ان کو یا ان کی ہم مثل اشیاء کو اس دعویٰ کی بنا پر حرام کہے گا کہ حضور ﷺ نے انہیں نہیں کیا اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مبارک مت آئے گا۔
اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ﴿کیا اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔
یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان اشیاء کو مباح قرار دینا بھی عموم آیت میں داخل ہے کیونکہ جب تک ان کے بارے میں کوئی نہی وارد نہ ہو جو ان کے حرام یا مکروہ ہونے کا تقاضا کرے تو اصل اباحت ہی ہے آپ کا ارشاد عالی ہے۔

وما سکت عنہ فھو عفو — جن سے رب تعالیٰ خاموش ہے وہ معاف ہیں (یعنی ان کی اجازت ہے)

یہاں تک ہم نے مسئلہ ترک کو خوب واضح کر دیا ہے' اس سے استدلال کرنے والوں کا بھی ایسے دلائل سے محاسبہ کیا جو کسی منصف کے لیے محل اعتراض نہیں اور کسی مناظر اور مجادل کے لیے محل مفر نہیں۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی حق کہنے والا ہے' اور وہی سیدھے راہ کی رہنمائی فرماتا ہے والحمدللہ رب العالمین

نوٹ: یہ ترجمہ ۲ ستمبر ۱۹۹۳ء بروز بدھ جامعہ اسلامیہ لاہور میں شروع ہوا اور اس کی تکمیل دوسرے روز ۳ ستمبر بروز جمعرات بعد نماز مغرب جامع رحمانیہ شادمان لاہور میں ہوئی اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم سے دو دن میں یہ ترجمہ مکمل ہو گیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ولي النعم والصلاة والسلام على سيد العرب والعجم، سيدنا محمد المخصوص بكامل العز والشرف وعلى آله وأصحابه أولي الفضل والكرم.

وبعد:

فهذه رسالة وجيزة في صفحاتها، مهمة في موضوعها، بهجتها براعة ... العلامة المحدث المحقق الشريف سيدي عبدالله بن الصديق الغماري الحسني رحمه الله تعالى ونوّر مرقده، والذي أسعده بجواره في ٢٠ شعبان سنة ١٤١٣ هـ وقد استوفى المصنف بحثاً لم يسبق إليه، ولم ينسب بفضل الله عليه، وهو بحث الترك الذي لا يقترن بأمر أو نهي.

فإننا نجد جمهرة من المتشددين يستدلون بالترك على تحريم المتروك، وهي شهادة على نفي/

فما أسرع انهيار صرحها وتهاويه أمام الأدلة المذكورة في هذه الرسالة.

وإننا نلفت نظر القارىء الكريم إلى عدم التسرع بالحكم بالتحريم لمجرد الترك فإن في ذلك استحداثا في الدين، وشهادة على النفي، وافتئاتاً على الشرع.

وقد أشار المصنف رحمه الله تعالى إلى مسألة الترك في كتابيه «اتقان الصنعة في تحقيق البدعة» وفي «الرد المحكم المتين على كتاب القول المبين» وكلاهما سارت بهما الركبان.

والله نسأل أن ينفع بها وبسائر مصنفاته وأن يتغمده برحمته والحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأولين والآخرين.

عيسى بن عبدالله بن مانع الحميري

تقديم

الترك ليس بحجة في شرعنا
لا يقتضي منعاً ولا إيجابا
فمن ابتغى حظراً بترك نبينا
ورآه حكماً صادقاً وصوابا
قد ضل عن نهج الأدلة كلها
بل أخطأ الحكم الصحيح وخابا
لا حظر يمكن إلا إن نهي أتى
متوعداً لمخالفيه عذابا
أو ذم فعل مؤذنٌ بعقوبة
أو لفظُ تحريم يواكب عابا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدانا سواء السبيل ، ووفقنا لمعرفة الحجة والدليل ، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله الأكرمين ، ورضي الله عن صحابته والتابعين .

أما بعد : فقد طلب مني تلميذنا الفاضل الأستاذ محمود سعيد أن أحرر رسالة في مسألة الشرك ، تزيل عن قارئها كل حيرة وشك ، وذكر أنه وجد في (إتقان الصنعة) إشارة إليها موجزة ، فأجبت طلبه وأسعفت رغبته ، وكتبت هذا المؤلف محرراً ليكون قارئه في ميدان الاستدلال على بصيرة من أمره ، ويعرف الدليل المقبول من غيره ، والله الموفق والهادي وعليه اعتمادي .

المقدمة

الأدلة التي احتج بها أئمة المسلمين جميعا هي :

الكتاب والسنة ـ لا خلاف بينهم في ذلك ـ وإنما اختلفوا في الإجماع والقياس ، فالجمهور احتج بهما وهو الراجح لوجوه مقررة في علم الأصول . وتوجد أدلة مختلف فيها بين الأئمة الأربعة ، وهي الحديث المرسل ، وقول الصحابي ، وشرع من قبلنا ، والاستصحاب ، والاستحسان ، وعمل أهل المدينة والكلام عليها مبسوط في كتاب الاستدلال من جمع الجوامع للسبكي .

ما هو الحكم الشرعي؟

الحكم هو خطاب الله المتعلق بفعل المكلف ، وأنواعه خمسة :

(١) الواجب أو الفرض : وهو ما يثاب فاعله ويعاقب تاركه مثل الصلاة والزكاة وصوم رمضان وبر الوالدين .

(٢) الحرام : وهو ما يعاقب فاعله ويثاب تاركه ، مثل الربا والزنا والعقوق والخمر .

(٣) المندوب : وهو مايثاب فاعله ولا يعاقب تاركه ، مثل نوافل الصلاة .

(٤) المكروه : وهو ما يثاب تاركه ولا عقاب على فاعله ، مثل صلاة النافلة بعد صلاة الصبح أو العصر .

(٥) المباح أو الحلال : وهو ما ليس في فعله ولا تركه ثواب ولا عقاب مثل أكل الطيبات والتجارة . فهذه أنواع الحكم التي يدور عليها الفقه الاسلامي . ولا يجوز لمجتهد صحابياً كان أو غيره أن يصدر حكماً من هذه الأحكام إلا بدليل من الأدلة السابقة ، وهذا معلوم من الدين بالضرورة لا يحتاج الى بيان .

ما هو الترك؟

نقصد بالترك الذي ألفنا هذه الرسالة لبيانه :

ان يترك النبي ﷺ شيئاً لم يفعله أو يتركه السلف الصالح من غير أن يأتي حديث أو اثر بالنهي عن ذلك الشيء المتروك يقتضي تحريمه أو كراهته .

وقد أكثر الاستدلال به كثير من المتأخرين على تحريم أشياء أو ذمها ، وأفرط في استعماله بعض المتنطعين المتزمتين . ورأيت ابن تيمية إستدل به واعتمده في مواضع سيأتي الكلام عليها بحول الله .

أنواع الترك

إذا ترك النبي ﷺ شيئاً فيحتمل وجوها غير التحريم :

(١) أن يكون تركه عادة : قدم إليه ﷺ ضب مشوي فمد يده الشريفة ليأكل منه فقيل : إنه ضب ، فأمسك عنه ، فسئل : أحرام هو؟ فقال : لا ، ولكنه لم يكن بأرض قومي فأجدني أعافه ! . . والحديث في الصحيحين وهو يدل على أمرين :

أحدهما : أن تركه للشيء ، ولو بعد الاقبال عليه لا يدل على تحريمه .

والآخر : أن استقذار الشيء ، لا يدل على تحريمه أيضاً .

(٢) أن يكون تركه نسياناً ، سها ﷺ في الصلاة فترك منها شيئاً فسئل : هل حدث في الصلاة شيء؟ فقال : **«إنما أنا بشر أنسى كما تنسون، فإذا نسيت فذكروني»** .

(٣) أن يكون تركه مخافة أن يفرض على أمته ، كتركه صلاة التراويح حين اجتمع الصحابة ليصلوها معه .

(٤) أن يكون تركه لعدم تفكيره فيه ، ولم يخطر على باله . كان ﷺ يخطب الجمعة الى جذع نخلة ولم يفكر في عمل كرسي يقوم عليه ساعة الخطبة ، فلما اقترح عليه عمل منبر يخطب عليه وافق وأقره لأنه أبلغ في الاسماع . واقترح الصحابة أن يبنوا له دكة من طين يجلس عليها ليعرفه الوافد الغريب، فوافقهم ولم يفكر فيها من قبل نفسه .

(٥) أن يكون تركه لدخوله في عموم آيات أو أحاديث ، كتركه

صلاة الضحى ، وكثيراً من المندوبات لأنها مشمولة لقول الله تعالى ﴿ وافعلوا الخير لعلكم تفلحون ﴾ وأمثال ذلك كثيرة .

(٦) أن يكون تركه خشية تغير قلوب الصحابة أو بعضهم قال ﷺ لعائشة : «لولا حداثة قومك بالكفر لنقضت البيت ثم لبنيته على أساس ابراهيم عليه السلام فإن قريشاً استقصرت بناءه» وهو في الصحيحين . فترك ﷺ نقض البيت وإعادة بنائه حفظاً لقلوب أصحابه القريبي العهد بالاسلام من أهل مكة .. ويحتمل تركه ﷺ وجوهاً أخرى تعلم من تتبع كتب السنة . ولم يأت في حديث ولا أثر تصريح بأن النبي ﷺ ترك شيئاً لأنه حرام .

الترك لا يدل على التحريم

قررت في كتاب (الرد المحكم المتين) أن ترك الشيء ، لا يدل على تحريمه ، وهذا نص ما ذكرته هناك :

والترك وحده إن لم يصحبه نص على أن المتروك محظور لا يكون حجة في ذلك بل غايته أن يفيد أن ترك ذلك الفعل مشروع . وإما أن ذلك الفعل المتروك يكون محظوراً فهذا لا يستفاد من الترك وحده ، وإنما يستفاد من دليل يدل عليه .

ثم وجدت الإمام أبا سعيد بن لب ذكر هذه القاعدة أيضاً ، فإنه قال في الرد على من كره الدعاء عقب الصلاة : غاية ما يستند إليه منكر الدعاء أدبار الصلوات أن التزامه على ذلك الوجه لم يكن

من عمل السلف ، وعلى تقدير صحة هذا النقل ، فالترك ليس بموجب لحكم في ذلك المتروك إلا جواز الترك وانتفاء الحرج فيه ، وأما تحريم أو لصوق كراهية بالمتروك فلا ، ولا سيما فيما له أصل جملي متقرر من الشرع كالدعاء .

وفي (المحلى) ج : ٢ ص : ٢٥٤ ذكر ابن حزم احتجاج المالكية والحنفية على كراهية صلاة ركعتين قبل المغرب بقول ابراهيم النخعي أن أبا بكر وعمر وعثمان كانوا لا يصلونها . ورد عليهم بقوله : لو صح لما كانت فيه حجة ، لأنه ليس فيه أنهم رضي الله عنهم نهوا عنها .

قال أيضاً : وذكروا عن ابن عمر أنه قال : ما رأيت أحداً يصليها . ورد عليه بقوله : وأيضاً فليس في هذا لو صح نهي عنها ، ونحن لا ننكر ترك التطوع ما لم ينه عنه .

وقال أيضاً في (المحلى) ج ٢ ص ٢٧١ في الكلام على ركعتين بعد العصر : وأما حديث علي ، فلا حجة فيه أصلاً ، لأنه ليس فيه إلا إخباره بما علم من أنه لم ير رسول الله ﷺ صلاهما ، وليس في هذا نهي عنهما ولا كراهة لهما ، فما صام عليه السلام قط شهراً كاملاً غير رمضان وليس هذا بموجب كراهية صوم شهر كامل تطوعاً . اهـ . فهذه نصوص صريحة في أن الترك لا يفيد كراهة فضلاً عن الحرمة .

وقد أنكر بعض المتنطعين هذه القاعدة ونفى أن تكون من علم

الأصول فدل بانكاره على جهل عريض ، وعقل مريض .

وها أنذا أبين أدلتها في الوجوه الآتية :

أحدها : إن الذي يدل على التحريم ثلاثة أشياء :

(١) النهي ، نحو « ولا تقربوا الزنا. ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل » .

(٢) لفظ التحريم ، نحو « حرمت عليكم الميتة » . . .

(٣) ذم الفعل أو التوعد عليه بالعقاب ، نحو « من غش فليس منا » . والترك ليس واحداً من هذه الثلاثة ، فلا يقتضي التحريم .

ثانيها : إن الله تعالى قال : ﴿ **وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا** ﴾ ولم يقل : وما تركه فانتهوا عنه ، فالترك لا يفيد التحريم .

ثالثها: قال النبي ﷺ: «**ما أمرتكم به فاتوا منه ما استطعتم وما نهيتكم عنه فاجتنبوه**» ولم يقل: وما تركته فاجتنبوه. فكيف دل الترك على التحريم؟

رابعها : أن الأصوليين عرفوا السنة بأنها قول النبي ﷺ وفعله وتقريره ولم يقولوا : وتركه ، لأنه ليس بدليل .

خامسها : تقدم أن الحكم خطاب الله ، وذكر الأصوليين : أن

الذي يدل عليه قرآن او سنة أو إجماع أو قياس ، والترك ليس واحداً منها فلا يكون دليلاً .

سادسها : تقدم أن الترك يحتمل أنواعاً غير التحريم ، والقاعدة الأصولية أن ما دخله الاحتمال سقط به الاستدلال ، بل نقول أيضاً أنه لم يرد أن النبي ﷺ ترك شيئاً لأنه حرام ، وهذا وحده كاف في بطلان الاستدلال به .

سابعها : أن الترك أصل لأنه عدم فعل ، والعدم هو الأصل والفعل طارىء ، والأصل لا يدل على شيء لغة ولا شرعاً ، فلا يقتضي الترك تحريماً .

اقوال غير محررة

قال ابن السمعاني : إذا ترك الرسول ﷺ شيئاً وجب علينا متابعته فيه ، واستدل بأن الصحابة حين رأوا النبي ﷺ امسك يده من الضب توقفوا وسألوه عنه . .

قلت : لكن جوابه ﷺ بأنه ليس بحرام - كما سبق - يدل على أن تركه لا يقتضي التحريم . فلا حجة له في الحديث ، بل الحجة عليه .

وسبق أن الترك يحتمل أنواعاً من الوجوه ، فكيف تجب متابعته في أمر محتمل لأن يكون عادة أو سهواً أو غير ذلك مما تقدم ؟!

سئل عمن يزور القبور ويستنجد بالمقبور ، في مرض به بفرسه أو بعيره ويطلب إزالة الذي بهم أو نحو ذلك ؟

فأجاب بجواب مطول وكان مما جاء فيه قوله :

ولم يفعل هذا أحد من الصحابة والتابعين ولا أمر به أحد من الأئمة ، يعني أنهم لم يسألوا الدعاء من النبي ﷺ بعد وفاته كما كانوا يسألونه في حالة حياته .

وقلت في الرد عليه : وأنت خبير بأن هذا لا يصح دليلاً لما يدعيه وذلك لوجوه :

أحدها : أن عدم فعل الصحابة لذلك يحتمل أن يكون أمراً إتفاقياً ، أي اتفق أنهم لم يطلبوا الدعاء منه بعد وفاته . ويحتمل أن يكون ذلك عندهم غير جائز ، أو يكون جائزاً وغيره أفضل منه فتركوه الى الأفضل . . . ويحتمل غير ذلك من الاحتمالات . والقاعدة أن ما دخله الاحتمال سقط به الاستدلال انتهى المراد منه .

قلت : ويؤيد أنهم لم يتركوه لعدم جوازه أن بلال بن الحارث المزني الصحابي ذهب عام الرمادة الى القبر النبوي وقال : (يا رسول الله استسق لأمتك) فأتاه في المنام وقال له : «اذهب الى عمر وأخبره أنكم مسقون وقل له: **عليك الكيس الكيس**» فأخبر عمر فبكى وقال : (اللهم ما آلو إلا ما عجزت عنه) ولم يعنفه على ما فعل ، ولو كان غير جائز عندهم لعنفه عمر .

قال البخاري في صحيحه:

(باب الاقتداء بأفعال النبي ﷺ) وروى فيه عن ابن عمر قال: (اتخذ النبي ﷺ خاتماً من ذهب فاتخذ الناس خواتيم من ذهب. فقال: إني اتخذت خاتماً من ذهب). فنبذه وقال: (إني لن ألبسه أبداً) فنبذ الناس خواتيمهم. قال الحافظ: اقتصر على هذا المثال لاشتماله على تأسيهم به في الفعل والترك.

قلت : في تعبيره بالترك تجوز ، لأن النبذ فعل ، فهم تأسوا به في الفعل ، والترك ناشىء عنه .

وكذلك لما خلع نعله في الصلاة ، وخلع الناس نعالهم ، تأسوا به في خلع النعل ، وهو فعل نتيجته الترك .

وليس هذا محل بحثنا كما هو ظاهر .

وأيضاً فإننا لا ننكر اتباعه ﷺ في كل ما يصدر عنه ، بل نرى فيه الفوز والسعادة لكن ما لم يفعله كالاحتفال بالمولد النبوي وليلة المعراج ، لا نقول إنه حرام ، لأنه افتراء على الله ، إذ الترك لا يقتضي التحريم .

وكذلك ترك السلف لشيء - أي عدم فعلهم له - لا يدل على أنه محظور . قال الامام الشافعي : (كل ما له مستند من الشرع فليس ببدعة ولو لم يعمل به السلف) . لأن تركهم للعمل به قد

يكون لعذر قام لهم في الوقت ، أو لما هو أفضل منه أو لعله لم يعلم جميعهم علم به .

ماذا يقتضي الترك؟

بيّنا فيما سبق أن الترك لا يقتضي تحريماً ، وإنما يقتضي جواز المتروك ، ولهذا المعنى أورده العلماء في كتب الحديث . فروى أبو داود والنسائي عن جابر رضي الله عنه قال : (كان آخر الأمرين من رسول الله ﷺ ترك الوضوء مما غيرت النار) .

أوردوه تحت ترجمة : (ترك الوضوء مما مست النار) والاستدلال به في هذا المعنى واضح ، لأنه لو كان الوضوء مما طبخ بالنار واجباً ما تركه النبي ﷺ وحيث تركه دل على أنه غير واجب .

قال الإمام أبو عبد الله التلمساني في مفتاح الوصول : (ويلحق بالفعل في الدلالة ، الترك . فإنه كما يستدل بفعله ﷺ على عدم التحريم يستدل بتركه على عدم الوجوب . وهذا كاحتجاج أصحابنا على عدم وجوب الوضوء مما مست النار به) .

روى أنه ﷺ أكل كتف شاة ثم صلى ولم يتوضأ ، وكاحتجاجهم على أن الحجامة لا تنقض الوضوء ، بما روى أنه ﷺ احتجم ولم يتوضأ وصلى . أنظر مفتاح الوصول ص : ٩٣ طبعة مكتبة الخانجي ومن هنا نشأت القاعدة الأصولية : جائز الترك ليس بواجب .

إزالة اشتباه

قسم العلماء ترك النبي ﷺ لشيء ما ، على نوعين : نوع لم يوجد ما يقتضيه في عهده ثم حدث له مقتض بعده ﷺ . فهذا جائز على الأصل .

وقسم تركه النبي ﷺ مع وجود المقتضي لفعله في عهده ، وهذا الترك يقتضي منع المتروك ، لأنه لو كان فيه مصلحة شرعية لفعله النبي ﷺ ، فحيث لم يفعله دل على أنه لا يجوز .

ومثل ابن تيمية لذلك بالأذان لصلاة العيدين الذي أحدثه بعض الأمراء ، وقال في تقريره : فمثل هذا الفعل تركه النبي ﷺ مع وجود ما يعتقد مقتضياً له مما يمكن أن يستدل به من ابتدعه ، لكونه ذكر الله ودعاء للخلق الى عبادة الله وبالقياس على آذان الجمعة .

فلما أمر الرسول ﷺ بالأذان للجمعة ، وصلى العيدين بلا أذان ولا إقامة ، دل تركه على أن ترك الأذان هو السنة ، فليس لأحد أن يزيد في ذلك . . . إلخ كلامه .

وذهب الى هذا أيضاً الشاطبي وابن حجر الهيثمي وغيرهما ، وقد اشتبهت عليهم هذه المسألة بمسألة السكوت في مقام البيان . صحيح أن الأذان في العيدين بدعة غير مشروعة ، لا لأن النبي ﷺ تركه ولكن لأنه ﷺ بيّن في الحديث ما يعمل في العيدين ولم يذكر الأذان ، فدل سكوته على أنه غير مشروع .

والقاعدة : أن السكوت في مقام البيان يفيد الحصر .

والى هذه القاعدة تشير الأحاديث التي نهت عن السؤال ساعة البيان .

روى البزار عن أبي الدرداء قال : قال رسول الله ﷺ : «ما أحل الله في كتابه فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافيته فإن الله لم يكن لينسى شيئاً ثم تلا ﴿وما كان ربك نسياً﴾».

قال البزار : إسناده صالح ، وصححه الحاكم .

وروى الدارقطني عن أبي ثعلبة الخشني عن رسول الله ﷺ قال : «إن الله فرض فرائض فلا تضيعوها، وحد حدوداً فلا تعتدوها وحرم أشياء فلا تنتهكوها، وسكت عن أشياء رحمة بكم من غير نسيان فلا تبحثوا عنها».

في هذين الحديثين إشارة واضحة الى القاعدة المذكورة . وهي غير الترك الذي هو محل بحثنا في هذه الرسالة ، فخلط إحداهما بالأخرى مما لا ينبغي .

ولذا بينت الفرق بينهما حتى لا يشتبها على أحد . وهذه فائدة لا توجد إلا في هذه الرسالة والحمد لله .

* * *

تتميم

قال عبد الله بن المبارك : اخبرنا سلام بن أبي مطيع عن ابن أبي دخيلة عن أبيه قال : كنت عند ابن عمر فقال : (نهى رسول الله ﷺ عن الزبيب والتمر يعني أن يخلطا).

فقال لي رجل من خلفي ما قال ؟ فقلت : (حرم رسول الله ﷺ التمر والزبيب). فقال عبد الله بن عمر : (كذبت)! فقلت : (ألم تقل نهى رسول الله ﷺ عنه ؟ فهو حرام) فقال : (أنت تشهد بذلك)؟ قال سلام كأنه يقول : ما نهى النبي ﷺ فهو ادب .

قلت : أنظر الى ابن عمر - وهو من فقهاء الصحابة - كذب الذي فسر نهى بلفظ حرم ، وإن كان النهي يفيد التحريم . لكن ليس صريحاً فيه بل يفيد الكراهة أيضاً وهي المراد بقول سلام : فهو أدب . ومعنى كلام ابن عمر : أن المسلم لا يجوز له أن يتجرأ على الحكم بالتحريم إلا بدليل صريح من الكتاب أو السنة ، وعلى هذا درج الصحابة والتابعون والأئمة .

قال إبراهيم النخعي وهو تابعي : كانوا يكرهون أشياء لا يحرمونها . وكذلك كان مالك والشافعي وأحمد كانوا يتوقفون إطلاق لفظ الحرام على ما لم يتيقن تحريمه لنوع شبهة فيه ، أو اختلاف أو نحو ذلك ، بل كان أحدهم يقول اكره كذا ، لا يزيد على ذلك .

ويقول الامام الشافعي تارة : أخشى أن يكون حراماً ، ولا

يجزم بالتحريم يخاف أحدهم إذا جزم بالتحريم أن يشمله قول الله تعالى : ﴿ ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب ﴾ .

فما لهؤلاء المتزمتين اليوم يجزمون بتحريم أشياء مع المبالغة في ذمها بلا دليل إلا دعواهم أن النبي ﷺ لم يفعلها ، وهذا لا يفيد تحريماً ولا كراهة ، فهم داخلون في عموم الآية المذكورة .

نماذج من الترك

هذه نماذج لأشياء لم يفعلها النبي ﷺ :

(١) الاحتفال بالمولد النبوي .

(٢) الاحتفال بليلة المعراج .

(٣) إحياء ليلة النصف من شعبان .

(٤) تشييع الجنازة بالذكر .

(٥) قراءة القرآن على الميت في الدار .

(٦) قراءة القرآن عليه في القبر قبل الدفن وبعده .

(٧) صلاة التراويح أكثر من ثمان ركعات .

فمن حرّم هذه الأشياء ونحوها بدعوى أن النبي ﷺ لم يفعلها فاتل عليه قول الله تعالى ﴿ آلله أذن لكم أم على الله تفترون ﴾ .

لا يقال : وإباحة هذه الأشياء ونحوها داخلة في عموم الآية لأنا

نقول : ما لم يرد نهي عنه يفيد تحريمه أو كراهته ، فالأصل فيه الإباحة لقول النبي ﷺ : «وما سكت عنه فهو عفو» أي مباح .

وبعد : فقد أوضحنا مسألة الترك ، وأبطلنا قول من يحتج به بما بديناه من الدلائل التي لم تدع قولاً لمنصف ولا تركت هرباً لصاحب جدل ولجاج .

والله يقول الحق وهو يهدي السبيل ، والحمد لله رب العالمين .